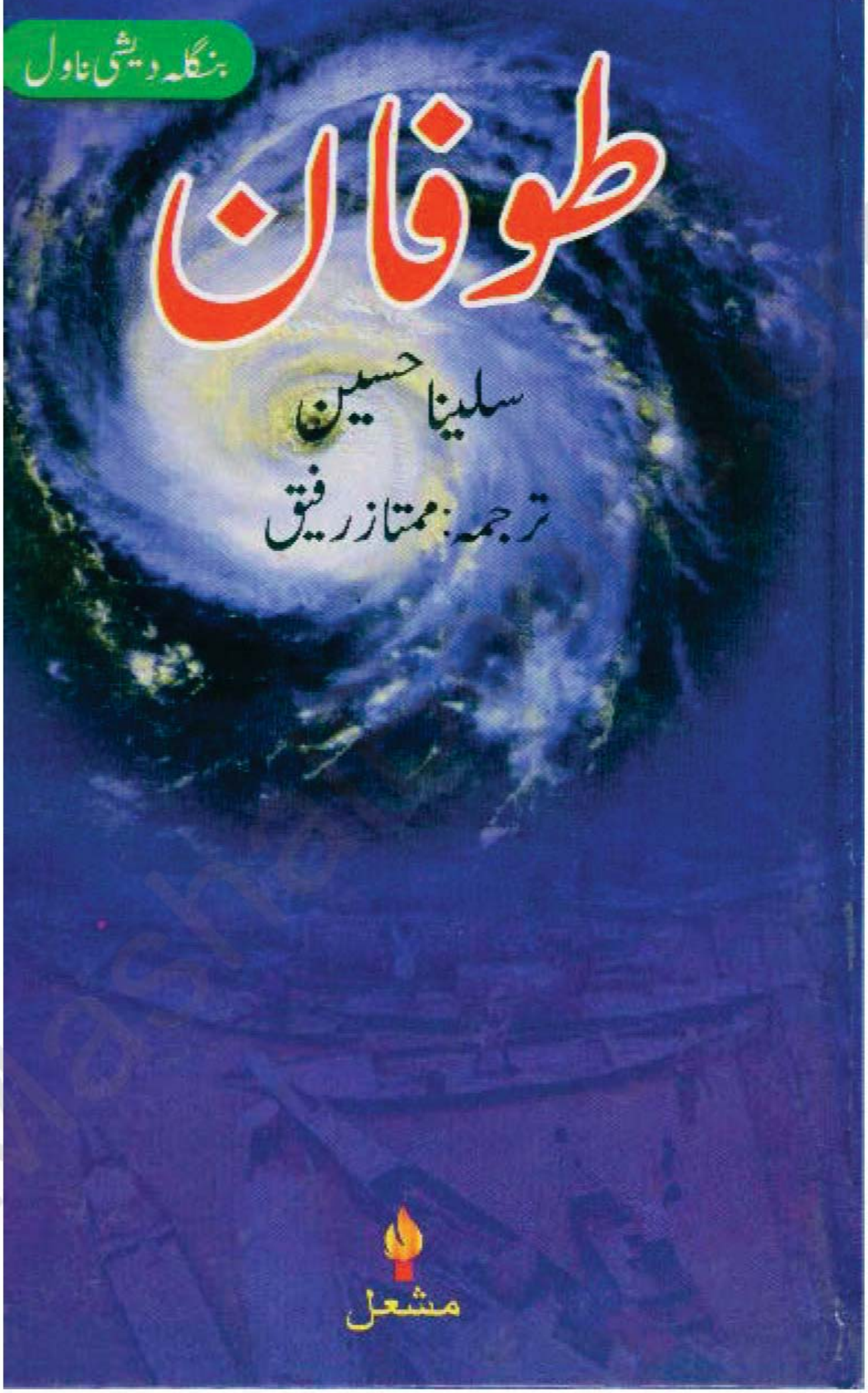
بنگلہ دیشی ناول
طوفان
سلینا حسین
ترجمہ: ممتاز رفیق
مشعل

طوفان

سلینا حسین

اردو ترجمہ: ممتاز رفیق

MashalBooks.org

مشعل بکس
آر بی۔۵، سیکنڈ فلور، عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن
لاہور۔54600، پاکستان

طوفان

سلینا حسین

اردو ترجمہ: ممتاز رفیق

کاپی رائٹ اردو (c) 2003 مشعل بکس
کاپی رائٹ (c) سلینا حسین

ناشر: مشعل بکس
آر۔بی۔۵، سیکنڈ فلور،
عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور۔54600، پاکستان
فون و فیکس: 042-35866859
E-mail: mashbks@brain.net.pk
http://www.mashalbooks.org

MashalBooks.org

پیش لفظ

سلینا حسین بنگلہ دیش کی ایک نہایت معروف اور معتبر قلم کار ہیں۔ان کے ادبی اثاثے میں مختصر کہانیوں کے سات مجموعے اور بیس ناول شامل ہیں۔ان کا ناول **Warp and woof** پڑھ کر ان کی تخلیقی صلاحیتوں اور تخیل کی سرسبزی سے متعارف اور تاثر ہوا۔سلینا حسین نے یہ ناول بنگلہ زبان میں تحریر کیا تھا جسے بعد میں امان اللہ احمد نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔کتاب کے انگریزی ترجمہ میں کہانی اپنی پوری شدت اور اثر انگریزی کے ساتھ موجود ہے۔جو پڑھنے والے کو پہلی سطر سے آخری سطر تک اپنے آپ سے پیوست رکھتی ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیز جہاں کہانی کار کی ہنرندی کی دلیل ہے وہیں اس سے ترجمے کی کامیابی کا بھی ثبوت ملتا ہے۔مجھے اس کہانی کو پڑھتے ہوئے کہیں یہ احساس نہیں ہوا کہ میں ایک ترجمہ پڑھ رہا ہوں۔اس کہانی کے موضوع، ٹریٹمنٹ اور جملوں کی ساخت نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔سلینا حسین نے اس کہانی کے اظہار کے لیے نہایت سادہ بیانیہ سے کام لیا ہے لیکن خوبی کی بات یہ ہے کہ یہی سادگی پرکاری بن گئی ہے۔اس کہانی کے کردار ابوالہاشم اور رحانم جب زندگی کے مختلف حوالوں سے اپنے خوابوں میں مبتلا ہوتے ہیں تو ان کے قاری کے لیے خواب و خیال کی تہہ داری کا ہفت آسماں روشن ہو جاتا ہے۔

اس ناول میں ایک طوفان اور جوار بھاٹے کو موضوع بنایا گیا ہے جو بنگلہ دیش میں معمول کی بات ہے۔اس ناول میں دکھایا گیا ہے کہ کیسے اس کے تین مرکزی کرداروں ابوالہاشم ایک بہتر سالہ بوڑھے، رحانم ایک نوجوان عورت اور ایک لڑکے سکھ دیپ کی زندگی قدرتی تباہی سے مسمار ہو جاتی ہے۔ان کے گاؤں اور گھر بہہ جاتے ہیں اور وہ قسمت سے ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں

اور مل جل کر رہنا شروع کر دیتے ہیں۔ آخر کار وہ قوتیں جن پر ان کا کوئی اختیار نہیں انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیتی ہیں۔ وہ تکلیف دہ حالات کے جال میں جکڑ جاتے ہیں۔ یہ کردار خاص طور پر ابوالہاشم اور رحانم سراب خیال میں بناہ ڈھونڈتے ہیں اور جاگتی آنکھوں خواب دیکھنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ جن میں وہ ابدی سچائیوں جیسے موت' زندگی' دیگر انسانوں سے متعلق اور اس کے علاوہ فطرت پر بھی روشنی ڈالتے ہیں لیکن اس تمام بیانیہ میں ایک دکھ بھرا سوال کہ گھر کیا ہے اور اسے کیسے حل کیا جا سکتا ہے۔ بار بار سامنے آتا ہے۔ ناول کا اختتام الم ناک ہے کیونکہ اس کے کرداروں کو جو ایک ہستے بستے گھر کی تمنا تھی وہ مٹی میں مل جاتی ہے۔

اس کہانی میں انسانوں میں گندھے خیر و شر' انسانی رشتوں کی پیچیدگی' تنہائی کے آسیب' بے گھری کے المیۂ انسانی رویہ کا انوکھا پن اور ساحلوں پر آباد مچھیروں کے دکھ کے علاوہ طاقت ور جنسی جذبے کو بڑی مشاقی اور نفاست سے پینٹ کیا گیا ہے۔

اس کہانی کو پڑھتے ہوئے میرا دل چاہا کہ اس نہایت دلچسپ اور معنی خیز کتاب کو اردو کے قارئین کے لیے ترجمہ کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بنگلہ کہانی انگریزی کے مقابلے میں اردو زبان میں بہتر انداز میں منتقل کی جا سکتی ہے کیونکہ بنگالی اور اردو زبانیں دو بچھڑی ہوئی بہنیں ہیں۔ ان دونوں زبانوں کا ثقافتی' تاریخی اور معاشرتی پس منظر تقریباً یکساں ہے۔ اس کے علاوہ ان زبانوں کے بولنے والوں کی نفسیات' اندازِ فکر' رویئے' عادات اور جذبوں کا اظہار بھی ایک دوسرے سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔

اس کتاب کو ترجمہ کرتے ہوئے میں نے شعوری طور پر اصل کہانی کے قریب رہتے ہوئے اس کی روح کو زندہ رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ میں اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں اس کا فیصلہ آپ کیجئے۔

میں آخر میں ''مشعل'' کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے اس کتاب کو اشاعت کے لیے منتخب کیا۔ یہ کتاب ہرگز کتابی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں نہ پہنچ پاتی اگر مجھے محترم ڈاکٹر آصف فرخی کا تعاون حاصل نہ ہوتا۔ میں اس سلسلے میں ان کا بے حد ممنون ہوں۔

ممتاز رفیق، کراچی

MashalBooks.org

1

کیوکاٹا کے مچھیرے ابوالہاشم کو جب کبھی فرصت ہوتی اس کے تصور میں یہ منظر روشن ہو جاتا کہ ایک رنگارنگ خوب صورت مچھلی اپنے سفید پنکھ پھیلائے اس کی کھوپڑی کے اندر تیر رہی ہے۔اس کے خاکستری رنگ کے جسم پر نقرئی چکنے پڑے ہیں اور منہ کے دونوں جانب ایک ایک سنہری بال کی مونچھ ہے۔ وہ اپنی تیراکی کے شان دار انداز میں ایک بے مثل وقار رکھتی ہے۔ پھر سمندر کی لہریں مچھلی کو اپنے اونچے کناروں پر لئے اس کے سر میں لوٹیں لگانے لگتیں اور سارے راستے رقص کرتی ہوئیں پھر ساحل کی جانب بڑھ جاتیں۔ ساحل کے قریب لالہ گوں بادل آسمان کو ڈھانپ لیتے اور سورج تمام قریب و جوار میں مدہم ملائم روشنی بچھاتا ہوا ڈوب جاتا۔ اس لمحہ میں رنگارنگ مچھلی ہاشم کے خواب میں اپنے پنکھ پھیلاتی ہے۔ ہاشم کا سر آڑی ترچھی لکیروں سے بھر جاتا۔ اس کے خیالات میں گہرائی پیدا ہو جاتی' وہ سوچنے لگتا کہ شاید قدرت اس خلاء کو بھر دینا چاہتی ہے جو اس کی زندگی کے اکیلے پن کے باعث اس میں پیدا ہو چکا ہے۔ ایسی رنگ برنگی مچھلیاں اس کے خوابوں میں بار بار اور بہت جلدی جلدی نمودار ہوتی تھیں۔

ہاشم کی فراغت کا کوئی خاص وقت متعین نہیں تھا' وہ نہایت مصروف لمحوں میں بھی کہ جب وہ گہرے سندر میں مچھلیوں سے بھرے جال کو ٹرالر کی طرف کھینچ رہا ہوتا تھا اس دوران بھی وہ خود کو اس لمحاتی استغراق میں مبتلا کر لیا کرتا۔ اس کی فراغت اس لمحہ سے بندھی ہوئی تھی جب وہ غیر شعوری طور پر اپنے کسی عمیق احساس یا خیال کے سامنے بے دست و پا ہو جایا کرتا۔ ہاشم فرصت کا

MashalBooks.org

کوئی لمحہ اس وقت بھی نکال لیا کرتا تھا جب وہ مہاجن کو مچھلیوں کا حساب دے رہا ہوتا لیکن اصل فراغت اسے اس وقت ملتی تھی جب وہ جال کو دھوپ میں سکھانے کے لیے پھیلا کر گھر لوٹ رہا ہوتا۔اس کے بعد اب سارا وقت اس کا اپنا ہوتا۔اسے یہ یقین آ چلا تھا کہ اس کا اکیلا پن ہی اس کی فرصت کا اصل وقت ہوتا ہے اور مزید یہ کہ وہ کھیل جو رنگ برنگی مچھلی اس سے کھیلتی ہے۔ یہ کھیل ایک غیر مرئی دھاگے میں بندھا ہوتا تھا۔ایک کھیل جس میں اس کی اپنی ذات کے تانے بانے آگے پیچھے حرکت کرتے رہتے تھے۔ایک مچھیرے کی زندگی کو اس طرح کا نہیں ہونا چاہئے پھر بھی ایسا ہونا اس کا مقدر تھا۔ کیوں کہ مچھلیاں پکڑنا محض اس کا پیشہ ہی نہیں تھا اس کا ایک طرح کا جنون تھا۔اس کا لہو سمندر کی پکار پر لبیک کہا کرتا تھا۔اس کی زندگی زرخیز زمین سے بندھی تھی جو اس کی سال بھر کی ضرورتوں کو پورا کیا کرتی۔اس کے باوجود سچی بات یہ ہی تھی کہ وہ زمین نہیں سمندر سے جڑا ہوا تھا۔سمندر اپنے سمبندھ کا یہ احساس اس کی ذات کے پاتال تک اترا ہوا تھا۔وہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس احساس کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے اور یہ کہاں پہنچ کے ختم ہوتا ہے۔وہ صرف محسوس کر سکتا تھا کہ یہ سارا کھیل اس کی اس بھید کو سمجھنے کی عدم صلاحیت میں وجود رکھتا ہے۔

ابوالہاشم سمندر کے نزدیک اپنی اس زندگی کے فرصت کے تنہا لمحوں کے لئے اپنے آباؤ اجداد کا ممنون تھا اس کی ممنونیت کا یہ تاثر بھی یقیناً قابل توجہ تھا کیوں کہ ان لمحوں میں وہ نہایت شستہ بنگالی میں گفتگو کیا کرتا تھا۔اس کے باوجود کہ یہ گفتگو اس کی روزمرہ کی زبان کا حصہ نہ ہوتی لیکن ہاں یہ اس کی داخلی بصیرت کا حصہ ضرور تھی۔ان لمحوں میں وہ جیسے کوئی اور ہی آدمی ہوا کرتا تھا جو نہایت فصاحت اور وضاحت سے گفتگو کیا کرتا۔ میں تمہیں وہ قرض ادا نہیں کر سکتا جو میں نے تم سے لیا تھا۔اسے لگتا جیسے یہ بھی ایک کھیل ہی ہو جو اسی غیر مرئی دھاگے سے بندھا ہو کہ جیسے اس کے اجداد بھی اسے تنے ہوئے دھاگے پر کھڑے ہوں۔

وہ شخص جس کا وہ ممنون احسان تھا۔ یہ وہی آدمی تھا جس نے اپنے سسر کی جائیداد پر دانت گاڑ رکھے تھے۔ یہ آدمی رنگا بالی سے اٹھ کر کیوکاٹا آیا تھا۔اس نے ایک چاپلوس کا روپ دھار لیا اور اپنے سسر کے خاندان کے ساتھ رہنا شروع کر دیا۔ وہ آدمی جائیداد کا وارث نہیں بن سکتا تھا۔ اس کا سسر اس پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔اس نے اپنے انتقال سے قبل اپنی تمام جائیداد اپنی اکلوتی بیٹی کو تحفہ میں دے دی۔اس کے باوجود کہ اس کی بیوی اب اس تمام جائیداد کی بلاشرکت غیرے مالک

MashalBooks.org

تھی اس نے اس معاملہ پر ذرہ بھر توجہ نہ دی۔ اس نے اپنے طور پر یہ سمجھ رکھا تھا کہ جب تک وہ اپنی بیوی کا مالک ہے تو اس کی تمام جائیداد بھی خود بہ خود اس کی ملکیت میں ہے۔ اس تصور نے اس میں ایک مستقل جنون بشاشت پیدا کر دیا تھا اور اس نے وہ تمام گر سیکھ لیے تھے جن کی مدد سے وہ جس طرح چاہتا اس جائیداد کو اپنے استعمال میں لا سکتا تھا۔ اس نے اپنی بیوی کو بہلا پھسلا کر اپنا ایسا فرماں بردار بنا لیا تھا کہ وہ اس کے سامنے کبھی چوں بھی نہیں کر سکتی تھی۔ ابوالہاشم رات دن مسلسل اس زندگی سے برسرِ پیکار تھا جو اس کے اجداد نے اسے گزارنے کے لیے دی تھی۔ وہ کسی ایسے آدمی کی طرح جس پر کسی بدروح نے قبضہ جما لیا ہو، ہر وقت بے مقصد ادھر ادھر پھرتا رہتا۔ اگر کوئی اس کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے سلام کرتا تو وہ اس کے سلام کا جواب نہ دیتا جیسے اس نے اس کا سلام سنا ہی نہ ہو۔ وہ اپنے گردوپیش سے پوری طرح لاتعلق ہو چکا تھا۔ اس کے انتہائی داخلی خیالات میں اس کے انہماک نے اسے اپنے سے باہر کی دنیا کے لیے جیسے بے خبر اور بہرا بنا دیا تھا۔

تم جیسے ہی جھاڑیوں سے اٹے ہوئے رستے کو عبور کر کے وہاں کھڑے ہوتے ہو، سمندر اپنی تمام تر ہولناکی اور سرکشی کے ساتھ تمہارے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے۔ ہاشم خود بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ یہاں کیوں آتا ہے؟ کیوں ان وحشی لہروں کی کشمکش سے وہ بے اختیار ہو جاتا ہے۔ ان سرکش پانیوں کے قلب میں ایک گہری آواز، ایک دبیز سایہ، ایک درشت لفظ رہتے ہیں۔ یہ سب مل کر ہاشم کی خصوصی ذاتی دنیا خلق کرتے تو اس طرح کی تھی یہ زندگی جسے وہ گزشتہ کئی برسوں سے گزار رہا تھا۔ وہ راستے پر لہراتا ڈگمگاتا ہوا درختوں کی ڈالیوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے ایک طرف ہٹاتے ہوئے چلتا رہتا اور پھر اونچے ٹیلے پر جا بیٹھتا۔ وہاں سے وہ دیکھ سکتا تھا کہ کس طرح منھ زور پانی جب لمبے فاصلے سے لپکتا ہوا ساحل پر چڑھ دوڑتا ہے تو کیسا سیاہ اور نیلا نظر آتا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے اس وقت یہ پانی کسی پاگل پن میں مبتلا ہو۔ اسی قسم کی ایک دیوانگی ہے جو مسلسل اس کے اپنے سینے میں چلتی رہتی ہے پھر ساری دنیا چاندنی میں نہا جاتی ہے۔ گول چاند اس کے سر کے قریب آ جاتا ہے اس کے سامنے کی خالی جگہیں پھیلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ ان ہی کے تناسب سے گول چاند بڑھتا جاتا ہے اور بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ دنیا میں کسی بھی اور جگہ اتنا بڑا چاند نہیں دیکھا جا سکتا۔ پورا چاند ابوالہاشم کی غنودہ کیفیت میں مزید شدت پیدا کر دیتا ہے۔ جب وہ افق کی طرف نظر ڈالتا ہے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا بس ایک خالی پن سا اس کے سامنے

MashalBooks.org

پھیل جاتا ہے۔ اگر وہ پیچھے کی جانب دیکھتا ہے تو درختوں کے سرے منجمد اور تاریکی میں لپٹے نظر آتے ہیں۔ وہ تاریکی انسان کی سرسراہٹ سے زندہ ہوتی ہے جو اس کی بڑبڑاہٹ سے مزید تیکھی ہو جاتی ہے۔ رنگ برنگی مچھلیاں واضح ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ مچھلیوں کے جھنڈ جیسے وجد آور چاند کی بھری جوانی کے نیچے نقطوں کی صورت جم جاتے ہیں۔ وہ چاند رنگ برنگی مچھلیوں سمیت ابوالہاشم کے سر میں سما جاتا ہے۔ انجانی آوازوں کی گونج' دیکھتے ہی دیکھتے اس کے شعور کی دنیا منور ہو جاتی ہے۔

ابوالہاشم ساحل پر اتر آتا ہے۔ یہاں پانی اس کے گھٹنوں تک گہرا ہے' نمک سے پاک میٹھا پانی جو میٹھے پانی کی مچھلیوں کو رہنے کی جگہ فراہم کرتا ہے۔ ساحل پر ہر طرف لاتعداد تالاب پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے عقب میں ہزاروں بھینسوں کی قطاریں ہیں جو اپنے گھروں کو لوٹ رہی ہیں۔ ان کے کھر ریت پر چھوٹے چھوٹے گڑھے بنا رہے ہیں' ابوالہاشم کسی بچے کی طرح ان گڑھوں کو اپنے پیروں سے بھرنے میں مصروف ہو گیا۔ یہ جوار بھاٹے کا خاص وقت ہے جو پورے زور و شور سے شروع ہو چکا ہے۔ ٹھیک اسی لمحے راکھ کی رنگت کی مچھلیاں ابوالہاشم کو اشارے سے سنہری افق کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ اب وہ محض ایک مچھیرا نہیں رہا بلکہ ایک پُراسرار عمل کے بعد پریوں کی کہانیوں کا شہزادہ بن گیا ہے۔ اس نے کمر میں اڑسی ہوئی بیڑی نکال کر ہونٹوں میں دابی اور پھر ماچس کی تیلی سے اسے شعلہ دکھایا۔ اس نے بھینسوں کے بنائے ہوئے تمام گڑھوں کو ہموار کیا' اس نے قیاس کیا جیسے یہ اس کی جوانی کے دن ہوں' اس نے سوچا تو کیوں نا میں اپنی زندگی کی تمام ناہمواریوں کو پاٹ دوں۔ تو جب بھینسیں گھر پہنچیں گی تو ہم ان کا دودھ دوہیں گے اور پھر مٹی کے برتنوں میں گاڑھا کھویا جمائیں گے' بعد میں اسے بازار میں لے جائیں گے۔ یہ کھویا دریائے نیل گنج کے راستے دور دراز کی جگہوں میں رہنے والے لوگوں تک پہنچے گا۔ یہ لوگ کبھی بھی یہ نہ جان سکیں گے کہ ایک خواب زدہ ابوالہاشم نام کا آدمی گاڑھے دودھ سے تیار کیا ہوا یہ کھویا بیچتا ہے۔

اس کا بنایا ہوا یہ کھویا محض کھویا ہی نہیں ہے۔ یہ حلق سے گزر کر صرف معدہ تک ہی نہیں پہنچتا بلکہ دماغوں تک بھی راستہ بناتا ہے۔ جب کبھی کوئی یہ کھویا کھاتا ہے تو وہ ایک طلسماتی قلب ماہیت سے گزرتا ہے۔ وہ خواب دیکھنا شروع کر دیتا ہے اور خواب دیکھنے والا بن جاتا ہے۔ اس کی

MashalBooks.org

خواہش ہوتی کہ لوگوں کے پاس بہت سے خواب ہوں اگر لوگ خواب دیکھنا سیکھ لیں تو وہ اپنے دکھ درد بھلا سکتے ہیں۔

اپنی ان سوچوں پر ابوالہاشم اندھیرے میں کھلکھلا کر ہنس پڑا۔نہیں، یہ واقعتاً اندھیرا نہیں ہے، تم اسے اندھیرا کیسے کہہ سکتے ہو جب کہ دور و قریب کا سارا علاقہ ایک بہت ہی بڑے پورے چاند نے روشن کر رکھا ہے؟ نہیں، ایسا نہیں کہا جا سکتا۔ایسا کہنا درست نہ ہوگا پھر بھی معاملہ کچھ ایسا ہی ہے کیوں کہ صرف انسانی ذہن ہی میں تاریکی نہیں ہوتی۔تاریخی انسانی سرشت کے قلب میں بھی ہوا کرتی ہے اس کے بائیں جانب سندر کا بہت بڑا حصہ تاریکی سے ڈھکا ہوا ہے۔خوف زدہ کر دینے والا، رعوب کن، متاثر کر دینے والا۔اسے لگتا ہے جیسے پورے چاند کی روشنی بھی وہاں جذب نہیں ہو سکتی، شاید کبھی بھی نہیں ہوتی، اس سبب سے بس جیسے اچانک ہی چاند دیکھتے ہی دکھتے کسی عفریت جیسا قوی الجثہ بن گیا ہے۔ابوالہاشم کے دائیں طرف جنگل ہے، وہاں درختوں کے سائے ہیں، سائے بے حد گنجان اور گہرے۔سایوں کا یہ گنجان پن شارکوں کے پر جیسا نوکیلا ہے، ابوالہاشم وہاں نہیں جا سکتا خواہ اس کی کتنی بھی خواہش کیوں نہ ہو۔وہ خوف سے بے حرکت بیٹھا ہے۔اس کا دل کانپ رہا ہے، اس کے باوجود بھی کہ وہاں اس کے آگے اور پیچھے روشنی ہے۔یہ روشنی جو ناقابل بیان حد تک حسین بھی ہے۔کیوکاٹا میں پورے چاند کی یہ ضوفشانی خاص طور سے صرف اور صرف اسی کے لیے ہے۔وہ روشنی سے بھرے اپنے دل کے ساتھ بہتر سال کی عمر تک پہنچ چکا ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ وہ سٹھیا گیا ہے، وہ اس کا نام تقریباً بھلا چکے تھے۔اسے اس سے دکھ نہ پہنچتا۔وہ سوچتا نام میں کیا رکھا ہے؟ لوگ اگر اسے پہچانتے ہیں تو یہ ہی کافی ہے۔انسان ازلی طور پر انسانی برادری سے بندھا ہوا ہے۔کیا صرف ایک نام اسے اس برادری سے کاٹ سکتا ہے؟ جیسے جیسے بازار جانے کا دن قریب آتا اس کے دل میں ایک قسم کی بے چینی پیدا ہونے لگتی۔اس دن وہ انسانی اجسام کی بو محسوس کر سکتا تھا۔یہ بو غیر شعوری طور پر اس کے ذہن کو روشن کر دیتی۔ابوالہاشم دکان داروں سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرتا جو اس کے سامنے اجنبی اشیاء کا ڈھیر لگا دیتے۔اسے چاہے کچھ خریداری کرنی ہوتی یا نہیں لیکن وہ ان میں سے ہر ایک کے پاس ضرور جاتا۔وہ ان سے بات چیت یں وقت گزارتا۔کبھی انہیں کوئی چھوٹا سے مشورہ دیتا تو کبھی ان کے ذاتی مسائل پر تبادلہ خیال کرتا۔ان میں سے اُن سے جو بہت مصروف ہوتے اس کی گفتگو نہ ہو پاتی لیکن وہ اس کا

بُرا نہ مانتا۔ اگر ان سے محض نظروں کا ہی تبادلہ ہو جاتا تو وہ محسوس کرتا جیسے ڈھیروں الفاظ بولے جا چکے ہوں۔ یہ لوگ سمندر اور درختوں کی طرح تھے۔ سیاہ اور سایہ دار' ان کی اضافی کشش ان کی بو تھی' تم بھی اسے محسوس کر سکتے ہو۔ اگر ان میں سے بہت سے لوگ کسی ایک جگہ اکٹھے ہوں۔ دوسری صورت میں یہ بو اتنی تیز نہیں ہوتی اور اگر یہ تیز نہ ہو تو ابوالہاشم کے حواس اس سے متاثر نہیں ہوتے۔ وہ انسانوں کے حوالے سے دل میں عزت رکھتا تھا۔ اس سے انسان کی بے قدری نہیں ہوتی تھی بلکہ اسے اس روش سے نفرت تھی۔ وہ اس رویہ کو اپنے آپ سے فاصلے پر رکھتا' وہ انسانوں سے پھوٹنے والے رنگوں کو ذخیرہ کرتا اور انہیں دل کے پڑوس میں سینت دیتا۔ بازار والے دن وہ سمندر کا تصور کرتا، وہ دیکھتا لہریں انسانی سروں کے اوپر سے گزر رہی ہیں' یہ تصور اس کے لئے اضافی شادمانی کا ایک ذریعہ تھا۔ شادمانی' اس بات پر کہ وہ جس جگہ بھی ہو اس سے گہرے طور پر جڑا بھی رہ سکتا ہے اور الگ تھلگ بھی ہوتا ہے۔ ابوالہاشم کے لیے یہ احساسات ان مول حیثیت رکھتے ہیں۔

کٹرائے کے مہینے میں بازار کے دن' ایک شان دار جشن منایا گیا۔ جس میں اس نے خاموشی سے ہم آہنگ ہو کر نغمہ پر رقص کیا۔ جو ایک ممتاز گلوکار کا گایا ہوا تھا۔ نغمے کے بول تھے۔ اوہ! گلوکار میں بہتر سال کا بوڑھا آدمی ہوں۔ تم میرے دل کو عزیز ہو۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ الفاظ کیوں کر اس کے ذہن میں آتے ہیں۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کی عمر بہتر سال یا اس سے کم یا اس سے زیادہ ہے۔ بعد میں بھی' اس نے اس مسئلہ پر بہت سوچا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ شاید کبھی وہ شاعر بننا چاہتا تھا۔ جب کبھی اس میں یہ خواہش جنم لیتی' رنگ برنگی مچھلی اس میں نمود پاتی۔ پھر وہ اپنے آپ پر اختیار نہ رکھ پاتا۔ یہ احساس کہ وہ اپنی زندگی میں کچھ بھی حاصل کرنے سے محروم رہا اسے جیسے روند ڈالتا۔ اس کے پورے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ تم نہیں دیکھ سکتے کہ وہ کیسا لرزتا ہے۔ یہ لرزش نظر نہیں آتی۔ اس دن کے بعد سے اسے ایک ایسا بوڑھا سمجھا جانے لگا جو سٹھیا گیا ہو۔ اس میں کیا خرابی ہے؟ نہیں' اس میں کوئی برائی نہیں' وہ اپنی جگہ پُرسکون ہو بیٹھا' لوگ اس کا نام بھلا چکے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوبارہ سے پیدا ہو چکا ہے۔ اپنے نئے جنم کے اس خیال نے اسے اپنے اردگرد سے لاتعلق بنا دیا۔ اپنے نئے جنم کا یہ تصور اسے عجیب و غریب لگتا۔ یہ ایسا لگتا ہے جیسے اس کے ہاتھوں میں دھاگے کی چرخی ہو جو گھوم رہی ہو اور اس میں سے تازہ دھاگا نکل رہا

ہو۔کتنا رنگا رنگ اور دھاگہ کتنا نظر فریب ہے۔دھاگا اس کے لئے اپنے آپ کو نت نئی شکلوں میں ڈھال رہا ہے۔جب وہ اپنا پیراہن ڈیزائنوں میں ڈالتا ہے تو اس کی خواب دیکھنے کی خواہش اس پر غالب آجاتی ہے۔چند برس قبل ایک غارت گر رات کے اَن مٹ اندھیرے میں ایک طوفان آیا اور اس کی کاشت کارانہ زندگی سے متعلق ہر چیز کو بہالے گیا۔اس کے بعد ایک اور آغاز۔ایک بار پھر خوابوں کی دنیا میں سر! کیا اب اس کے پاس اتنا وقت ہے کہ زندگی کی بساط کو نئے سرے سے بچھا سکے؟ کیا وہ ایک نیا آغاز کرے۔اپنے صحیح اور غلط کے فہم کی ایک بار پھر تجدید کرے؟ کیا اسے ایک نئی زندگی تعمیر کرنی چاہئے۔وہ عمل جسے لوگ بنانے کا نام دیتے ہیں؟ وہ کس قسم کا گھر تعمیر کرے، کس قسم کے اسباب اور افراد ہوں؟ گھر کی بنیاد، چار دیواری، چھت، برال کی چھت ڈالنے کے لیے ماہرین کی تعیناتی۔کیا اسے یہ سب چیزیں کرنی شروع کر دینی چاہئیں؟ گھر بنانے کے لئے تمہیں دوسرے افراد کی ضرورت پڑتی ہے، کم از کم ایک اور آدمی۔بعد میں افراد ایک سے دو اور دو سے پانچ ہو جاتے ہیں۔اسی طرح سے زندگی پھلتی پھولتی ہے۔اس کے اسی عمل میں تخلیق کا لطف بھی ہوتا ہے۔مسرتوں کی بیش بہا سنسنی۔

اس لمحہ میں اس نے رحانم کو یاد کیا۔اس نے فرض کیا کہ ممکن ہے رحانم اس وقت خاموشی سے لیٹی سو رہی ہو۔اس کی سانسوں کی آمدورفت کے ساتھ اس کا سینہ نرمی سے اوپر نیچے حرکت کر رہا ہو۔اس کے نتھنے پھیل اور پچک رہے ہوں۔اس کے ہونٹ بے حد خشک ہوں جنہیں اگر زبان سے چھوا جائے تو وہ اچھے خاصے تر ہو جائیں۔اس کی بند پلکوں کے نیچے گہری سیاہ لکیر ہے۔جب وہ کھلی ہوں تو دیکھنے والے اسے دیکھ کر خوش گفتار ہو جائیں اور فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیں۔آہ! ابوالہاشم نے شاید کچھ زیادہ ہی سختی اور خاموشی سے خود کو بُرا بھلا کہا۔اس کے دائیں پیر کی بڑی سی ایڑی ریت میں کھرونچے لگا رہی تھی۔ابوالہاشم نے خود کو یاد دلایا۔تمام عزائم اور مقاصد کے باوجود میں اس کا باپ ہوں کیوں کہ وہ مجھے باپ کہتی ہے۔

وہ بُری طرح خود پر چیخا۔تو کیا آدمی اس عمر کو پہنچ کر ہر چیز کھو دیتا ہے؟ کیوں؟ وہ ایک مسخرے کی سی جہنمی زندگی کیوں گزارے؟ کسی نہ کسی کو تو برا بھی ہونا چاہئے۔کوئی تو ہو جو میرا ساتھ بھی دے، وہ چلتا رہا اور اس نے طویل فاصلہ طے کیا۔اب وہ ٹیلا جو اس کے لیے بے حد جانا پہچانا ہو چکا تھا نظر نہیں آرہا تھا۔اب وہاں صرف پورے چاند کی روشنی تھی۔جب سے ہر کونا کھدرا

MashalBooks.org

نہایا ہوا تھا۔ وہ بہت بڑا چاند اس کے سر کے اوپر حرکت کر رہا تھا۔ ابوالہاشم نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں جارہا ہے۔ اسے یہ بھی پتہ نہ تھا کہ اگر وہ لوٹ کر گھر نہ جاسکا تو رحانم اور سکھ دیپ اس کے لئے پریشان بھی ہوں گے یا نہیں۔ اس نے ان دونوں کے ساتھ مل کر ایک نیا خاندان قائم کیا تھا۔ اب اسے ان دونوں کا خیال رکھنا تھا چاہے یہ اسے پسند ہو یا نہ ہو اور وہ بھی یقیناً پریشان ہوں گے کیوں کہ ان کے لیے بھی سوائے اس کے کوئی اور قابل بھروسہ نہیں تھا۔ اس لئے انہیں اس کی بے حد ضرورت تھی۔ ضرورت؟ بس اور کچھ بھی نہیں؟ کیا محض ضرورت ہی لوگوں کو ایک خاندان یں اکٹھا رہنے پر مجبور کرتی ہے؟ ان خیالات نے اس کے دکھ کو دوچند کر دیا۔ اس لمحہ' وہ خاندان کی زندگی کے بارے میں زیادہ سوچ وبچار کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔ اب وہ صرف خواب دیکھنے میں محو رہنا چاہتا تھا۔ صرف ایک خواب' متلون لہریں اس کے پیروں کو گیلا کر رہی تھیں۔ وہ گیلی ریت میں دھنسے جارہے تھے اور رنگ برنگی مچھلی اس کے پیروں کے ساتھ اوپر اور اوپر ہو رہی تھی۔ وہ اب اس کی ران تک پہنچ کر تھم گئی تھی۔ ابوالہاشم کا دل چاہا کہ وہ دوڑ پڑے' وہ کافی دور تک بھاگتا چلا گیا۔ اپنی جوانی میں وہ اپنی بیوی کے ساتھ اسی قسم کے کھیل میں منہمک رہا کرتا تھا۔ اس کی بیوی کی دائیں ران پر ایک بڑا سا سرخ پیدائشی نشان تھا۔ اس کا منہ کسی بھینسے کی طرح اس نشان کی طرف لپکتا جیسے وہ بے تابی سے اپنے کھانے کے برتن میں منہ ڈال دیتا ہے۔ یہ پیدائشی نشان ایسا لگتا تھا جیسے اس کے لئے موت کی علامت ہو۔ جس نے اس سے اس کا دل چرا لیا ہے۔ وہ ایک عجیب و غریب اناز میں خاموش ہو جایا کرتا اور پھر اس کا پورا بدن سن ہو جاتا۔

وہ کھیل اب اس پر غلبہ پا چکا تھا۔ اس نے اس ساحلی تودے پر وہ سرخ نشان تلاش کیا۔ لیکن وہ وقت اب گزر چکا تھا۔ اب وہ جوان نہیں رہا تر ھا اور نہ ہی اب اس میں جذبات کی وہ سنسنی باقی رہی تھی۔ وہ جلد ہی تھکن سے چور ہو گیا۔ ایک گہرا پچھتاوا پورے علاقے پر چھا گیا' لگتا تھا موت کا فرشتہ عزرائیل اس آواز کو تھام کر زمین پر اتر رہا ہو۔ اس دہشت ناک فضا نے ابوالہاشم کے دل کو خوف سے معمور کر دیا۔

وہ جگہ لاتعداد سرخ کیکڑوں سے اٹ گئی۔ سرخ کیکڑے اس کے پورے بدن پر کاٹ رہے تھے۔ ابوالہاشم کو تکلیف سے سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔ اب وہ مزید آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ کیا وہ پھر سے واپسی کا' اپنے گھر کا راستہ تلاش کرے' گھر؟ کیا وہ واقعتاً اس کا گھر بن سکتا ہے؟ کیا

یہ غلط ہے کہ رحانم اسے باپ کہہ کر پکارے؟ یا سکھ دیپ کا نانا؟ اب ابوالہاشم نے ہانپنا شروع کر دیا تھا۔ اس میں مزید چلنے کا یارانہ تھا۔ نہ ہی اسے یہ سوچنے میں کوئی دلچسپی تھی کہ رات کتنی گزر چکی ہے۔ وہاں کہیں بھی انسانی زندگی کا کوئی سراغ نہ تھا، صرف چیختا چنگھاڑتا سمندر تھا' اپنی اسی بے پناہ طوفانی شدت کے ساتھ جو کبھی کیوکاٹا کی تمام انسانی آبادی کو اپنے ساتھ بہا کر لے گئی تھی۔

ایک تکلیف دہ حادثہ کبھی کبھی مستقل ناسور بھی بن جایا کرتا ہے۔ جب کبھی یہ حادثہ یاد آتا ہے تو انسانی ذہن پر تشدد احتجاج سے لبریز ہو جاتا ہے اور سر گھومنے لگتا ہے۔ یہ یاد دماغ میں جا کر جم سی جاتی ہے کسی کشتی کی طرح جو سمندر میں لنگر انداز ہو۔ یہ صرف ہوا یا لہروں کے ساتھ ڈولتی ہے۔ یادداشت بھی کچھ اسی قسم کی ہوتی ہے جب کبھی اسے موقع ملتا ہے اس میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔ اس لمحہ ابوالہاشم سخت کوشش کر رہا ہے کہ اسے بھلا دے۔

اب وہ اس گمان میں ہے کہ وہ کیوکاٹا سے علی پور بازار جا رہا ہے۔ جب کہ سڑک کی دونوں جانب سبز دھان کے کھیت یا فصل کے کٹ جانے کے بعد دھان کی باقی رہ جانے والی جڑوں نے دل کی شکل اختیار کر لی ہے جو اس خالی پن کے احساس کو زائل کر رہا ہے اور جیسے سارا علاقہ جناتی قہقہوں کی آواز سے بھر گیا ہے۔ جس سے ابوالہاشم ایک گہری افسردگی کے احساس سے جیسے جم سا گیا۔ وہ سڑک کے ایک طرف ٹانگیں پسار کر بیٹھ گیا۔ قریب ہی کیچڑ میں مینڈک رقص کر رہے تھے۔ اسے وہاں سے ایک آواز آتی سنائی دی۔ نہیں' یہ جھنگروں کا گیت نہیں ہے۔ وہ اسے شناخت نہیں کر پا رہا تھا' ایسا لگتا تھا جیسے اس نے یہ آواز پہلے کبھی سنی ہی نہ ہو۔ اس کے باوجود کہ یہ اس کے کانوں کے لئے مانوس تھی اور روز ہی سنائی دیتی تھی لیکن جانے کیوں اس کے لیے پھر بھی اجنبی ہی رہی۔ ابوہاشم نے گردوپیش پر توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ان گنت جگنو اس کے گرد جگمگا رہے تھے۔ ان میں سے ہزاروں اپنی چمک دمک کے ساتھ دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ وہ لوگوں کو یہ کہتے سن رہا تھا کیا آفت کا مارا انسان ہے۔ یہ بالکل تنہا ہے' کوئی بھی تو نہیں جو اس کی دیکھ بھال کرے۔ دیکھو تو' یہ کیسے دکھ جھیلتا ہے' کیسے دکھ ہیں؟ کیا یہ جگنوؤں کی دمک ہے؟ یا جھنگروں کی آواز؟ ابوالہاشم گھاس پر ڈھیر ہو گیا۔

اس نے آسمان کا جائزہ لیا جو زمین پر محراب کی طرح تنا ہوا تھا۔ اس نے چاند کی روشنی میں چند خطوط جھلملاتے دیکھے۔ ہر چیز جو اس کی بصارت کی حد میں تھی اس کی بیوی کی ران کے سرخ

پیدائشی نشان سمیت نابود ہوتی جا رہی تھی۔ یہ پیدائشی نشان جوانی میں اس کی بیوی اور اس کے لیے گفتگو کا پسندیدہ موضوع تھا۔ وہ دونوں اس کے بارے میں کتنی ہی باتیں کرتے، مانی مالا ابوالہاشم سے کہا کرتی

''اگر میں کبھی کھو گئی تو یہ نشان مجھے ڈھونڈنے میں تمہاری مدد کرے گا''

''کیوں، تم کیوں کھو جاؤ گی؟''

''کیوں؟ فرض کرو ایک عظیم سیلاب آئے اور ہر چیز اپنے ساتھ بہا لے جائے۔''

''تم پاگل۔ میں تمہیں سیلاب میں نہیں بہنے دوں گا' میں تمہیں زور سے اپنے سینے سے بھینچ لوں گا۔ ہم دونوں میں سے کوئی بھی نہیں کھوئے گا' نہیں، کبھی بھی نہیں۔''

گفتگو کے دوران ابوالہاشم اتنا جذباتی ہو جاتا کہ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں۔ مانی مالا اپنی ساڑھی کے پلو سے اس کے آنسو پونچھا کرتی۔ پھر بعد میں وہ اپنے آنسو خشک کرتی، جب وہ پُرسکون ہو جایا کرتے تو مانی والا دھیمی آواز میں کہا کرتی۔

''کیا کہیں سیلاب کی پیش گوئی کی جا سکتی ہے؟ ہم سمندر کے کنارے آباد ہیں' سیلاب بہت مزے سے ہمیں بہا کر لے جا سکتا ہے۔''

''سیلابوں کے بارے میں گفتگو ختم کرو۔''

ابوالہاشم بوسوں کی شدت سے اس کے ہونٹ بند کر دیا کرتا' جذبات کا شدید ریلا بہہ نکلتا اور مانی والا وحشی جذبات کے بھنور میں ڈوب جایا کرتی۔ بعد میں وہ دونوں ہی نیند میں بے سدھ ہو کر پڑ رہتے۔

لیکن بعد میں سیلاب واقعتاً مانی مالا کو اپنے ساتھ بہا لے گیا۔ اسے تلاش نہ کیا جا سکا اس کے اس پیدائشی نشان کا کیا بنا؟ کیوں مانی مالا نامعلوم اور نامانوس کے ساتھ کھو گئی۔ اس کے باوجود بھی کہ اس کے جسم پر ایک واضح پیدائشی نشان موجود تھا؟ اسے کیوں تلاش نہ کیا جا سکا؟ ابوالہاشم نے دونوں ہاتھ اوپر کی طرف پھیلا کر آسمان پر نظریں جما دیں۔

ایک کتا وہاں سے گزرا۔ ابوالہاشم کو جو کیوکاٹا کے پورے چاند کے زیر اثر تھا۔ ایسا لگا جیسے یہ کتا انسان ہو۔ اس نے اسے دم سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ کتا کسی پرانے آشنا کی طرح اس کے پہلو میں آ لیٹا۔ اس کے منہ سے رال کے قطرے گر رہے تھے۔ وہ اپنی دم ہلا رہا تھا اور اس

MashalBooks.org